تربیتی کہانیاں

حصہ چہارم

مائل خیرآبادیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک تھا کمہار

آج تو امی جان نے کمال کر دیا۔ باتوں باتوں میں اس طرح سچے مسلمان کے معنی بتا دیئے کہ ہم بھول ہی نہیں سکتے۔ کہہ رہی تھیں کہانی، مگر بعد میں پتہ چلا کہ انھوں نے تو ہمیں سمجھانے کے لیئے ایک مثال دی۔ انھوں نے کہا:۔

ایک تھا کمہار۔ مٹی کے برتن بنانے والے کو کمہار کہتے ہیں نا۔

ہمارے ملک میں مدت سے کمہاروں کی ایک برادری یا ذات بن گئی ہے۔ جیسے اور بہت سی ذاتیں، لوہار، سونار، کمہار، دھوبی، نائی وغیرہ۔

اچھا اس کمہار کا ایک لڑکا تھا۔ یہ لڑکا پڑھ لکھ کر بڑا ہوا تو گھر کا پیشہ یعنی گھر میں جو کام ہوتا چلا آرہا تھا، وہ تو اس نے سکھا اور کیا نہیں۔ نوکری کرنے کے چکر میں پڑ گیا۔ جہاں سنتا کہ کسی جگہ کے لیئے پڑھے لکھے آدمی کی ضرورت ہے، بس وہاں جاتا اور کہتا کہ مجھے اس کام پر رکھ لیجئے۔

ایک دن بڑا مزہ آیا۔ وہ ایک صاحب کے پاس گیا۔ انھوں نے پوچھا۔ "بھئی، تم کس ذات برادری کے ہو۔ بتایا، کمہار ہوں۔"

انھوں نے پوچھا۔ "کیا تم برتن بنانا جانتے ہو؟" اس نے کہا۔ "نہیں، برتن بنانا میں نہیں جانتا۔"

یہ سُن کر ان صاحب نے کہا۔ "واہ بھئی واہ، تم کمہار ہو کر برتن بنانا نہیں جانتے۔ اچھا تو برتن پکانا تو جانتے ہو گے؟" اس نے کہا۔ "نہیں، میں برتن پکانا بھی نہیں جانتا۔"

یہ سُن کر اُن صاحب نے کہا۔ "واہ بھئی واہ، تم کیسے کمہار ہو۔ نہ برتن بنانا جانتے ہو، نہ برتن پکانا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ برتنوں کے لیئے مٹی بنانا تو جانتے ہی ہو گے؟ اُس نے کہا۔" نہیں صاحب

میں برتنوں کے لیئے مٹی بنانا بھی نہیں جانتا۔"

"ارے واہ!" وہ صاحب پھر بولے۔ "تم کیسے کمہار ہو، نہ برتن بنانا جانتے ہو، نہ برتن پکانا اور نہ مٹی بنانا۔ اچھا تم یہ بتاؤ کہ اچھا بُرا، کھرا کھوٹا، کچا پکا برتن تو پرکھ لیتے ہو؟" اُس نے کہا:۔ "نہیں صاحب! میں یہ بھی نہیں جانتا۔"

اب ان صاحب نے آخری بات پوچھی۔ "تمہارے باپ دادا، پردادا اور اُن سے پہلے کے بزرگ برتن بنانا، پکانا اور کھوٹا کھرا پرکھنا یہ سب باتیں جانتے تھے؟" اُس نے کہا۔ "جی ہاں! وہ تو یہ ساری باتیں جانتے تھے اور اس کام کے بڑے اچھے کاریگر تھے۔"

یہ سُنا تو اُن صاحب نے ناراض ہو کر کہا۔ "جب تم نہیں جانتے کہ برتن کس طرح پکائے جاتے ہیں۔ جب تم نہیں جانتے کہ برتنوں کے لیئے مٹی کس طرح بنائی جاتی ہے۔ اور جب تم یہ بھی نہیں جانتے کہ کھوٹا کھرا برتن کیسا ہوتا ہے تو تم اپنے کو کمہار کیوں کہتے ہو۔ بھاگو یہاں سے تم بڑے جھوٹے ہو۔"

وہ لڑکا اپنا سا منہ لے کر چلا گیا۔ امی جان اتنا کہہ کر چپ ہو گئیں اور ہم سب کو غور سے دیکھنے لگیں۔ نہ جانے وہ ہمارے اندر کیا دیکھ رہی تھیں۔"

ہمارا حال یہ تھا کہ کہانی ہم نے سُنی تو، لیکن کہانی سُن کر جیسا مزہ آتا ہے یا نصیحت ملتی ہے وہ کچھ بھی نہیں۔ ہم سب امی کی طرف دیکھ رہے تھے کہ شاید آگے کہانی کہیں۔ واہ، یہ خوب رہی۔ وہ ہمیں دیکھ رہی تھیں اور ہم سب انھیں۔

سدّو تو بڑا تیز ہے۔ اس نے کہا۔ "امی جان! یہ کیسی کہانی ہے۔ اس سے ہمیں کیا نصیحت ملی؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کہانی ادھوری چھوڑ دی۔"

ہم سب نے بھی سدّو کی بات دہرائی۔ تو بات سنئے، امی جان نے اس کمہار والی بات کو ہم پر کیسا فٹ کر دیا۔ کہنے لگیں۔

"دیکھو بچو! تم سب مسلمان ہو نا!"

"جی!" ہم سب نے ایک ساتھ کہا۔

"اچھا، بتاؤ۔ مسلمان کسے کہتے ہیں؟"

"مسلمان اسے کہتے ہیں جو مسلمان ہو"، سدّو نے جواب دیا۔

"واہ، یہ بھی کوئی جواب ہے۔ یہ تو ویسا ہی جواب ہے کہ جیسے کسی سے پوچھا جائے کہ پینسل کسے کہتے ہیں اور وہ کہے کہ پینسل وہ جو پینسل ہو"، ہم سب ہنس پڑے اور سدّو میاں شرما گئے۔

"امّی جان! مسلمان وہ ہے جو مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہو"، سعید میاں نے کہا۔

امّی جان نے سعید میاں کو دیکھا اور بولیں۔

"جیسے وہ کمہار کا لڑکا کمہار کے گھر پیدا ہو تو کمہار کہلانے لگا۔"

"جی!"، ہم سب کی زبان سے ایک ساتھ نکلا۔

"تو پھر میں بھی ویسے ہی سوال کرنے لگوں گی؟ اچھا بتاؤ مسلمان کا کام کیا ہے؟ اور وہ ان کاموں کو کیسے کرتا ہے؟

یہ سُنا تو ہم سب ایک دوسرے کا منھ تکنے لگے۔ صفّو باجی نے بڑی ہمت کی۔ بولیں۔ مسلمان کا کام ہے کہ وہ لا الہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ پڑھا کرے۔

"کیا مطلب؟ امّی جان نے پوچھا۔

اب پھر ہم سب ایک دوسرے کا منھ تکنے لگے۔ امّی جان ہم سب کو چپ دیکھ کر کہنے لگیں "تم سب کی مثال اسی کمہار کے لڑکے کی سی ہے۔ جو نام کو کمہار تھا۔ مگر کام نہ جانتا تھا۔ تو بس تم سب بھی نام کے مسلمان ہو۔ کام کے نہیں"، کوئی تمہاری جانچ کرے گا تو وہ بھی تم سب کو بے وقوف سمجھ کر بھگا دیگا۔"

ہمارا دل کہہ رہا تھا کہ امّی جان بالکل ٹھیک کہتی ہیں۔ ہم سب سوچ رہے تھے۔ واہ کیسی اچھی مثال سے امّی نے بات سمجھائی۔ تو اب ہم نے پوچھا:۔

"امّی جان! تو پھر اب بتا ہی دیجیے کہ مسلمان کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا کام ہے؟"

"اچھا، آج تو میں تم کو کچھ ایسی باتیں بتاؤں جن کے جاننے اور ماننے سے ایک آدمی

مسلمان ہوتا ہے۔ کل سے ایسی کہانیاں سُناؤں گی کہ ان کو سن کر مسلمان کے کام جاننے لگو گے۔ یہ کہہ کر امی جان نے بتایا کہ مسلمان کا عقیدہ یہی ہے جو کلمہ شریف میں بتایا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

الٰہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی ہمارا پالنے والا ہے۔ اللہ ہی ہماری دیکھ بھال کرنے والا ہے۔ اللہ ہی ہماری ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ وہی ہمیں سب کچھ دیتا ہے اور وہی سب کچھ کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہمارا مالک، مولا، حاکم، آقا وہی ہے۔ اللہ کے سوا اور کوئی ایسا نہیں جو کچھ پیدا کر سکے یا اس کے بس میں کچھ ہو۔ سب اللہ کے محتاج ہیں۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم آپؐ پر اتارے اور آپؐ کو اس کام پر مقرر فرمایا کہ سارے حکم اللہ کے بندوں تک پہنچا دیں اور ان حکموں پر چل کر دکھا دیں تاکہ سب لوگ اسی طرح اللہ کے حکموں کے مطابق رہیں، بسیں اور اسی طرح اللہ کی عبادت کریں۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کر کے دکھایا۔ سمجھے!،،

ہم سب نے تو کہہ دیا کہ جی سمجھ گئے۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ ہمارا جی چاہتا تھا کہ امی اور کچھ کھول کھول کر سمجھائیں۔ شاید امی جان بھی سمجھتی تھیں۔ انھوں نے کہا:۔

،،بھئی، ابھی تم کم ہی سمجھے ہو۔ کل سے جو میں کہانیاں شروع کروں گی ان سے اور باتیں بھی سمجھو گے۔ اگر ان پر عمل کرو گے تو سچ مچ مسلمان بن جاؤ گے۔ ورنہ اسی کمہار کے لڑکے کی طرح تمہارا حال ہوگا کہ نام کے تو مسلمان ہو اور کام کے کچھ بھی نہیں اور پھر دنیا میں تھڑی تھڑی ہو کر رہو گے۔،،

امی جان نے یہ سمجھا کر کہا کہ اب جاؤ، سو جاؤ۔ ہم سب دوسرے دن کی کہانیوں کے سننے کے شوق میں اٹھ گئے۔

نافرمان بچّہ

"چلو بچو! آؤ خرگوش کی کہانی سنو۔"

امی جان کی آواز سُنی۔ سب سے پہلے گلّو دوڑ کر آئی۔ پھر گڈّو آئی۔ سدّو، جمّو دونوں ساتھ آئے۔ آج پڑوس کی خالہ بھی آئی تھیں۔ اُن کے ساتھ اُن کی بچّی ننھی بھی تھی۔ امّی جان نے خرگوش کی کہانی شروع کی۔

"ایک تھا خرگوش۔"

"وہ جو ہوتا ہے نا امّی! بڑے بڑے کانوں والا؟"

"ہاں وہی!"

"اور کودتا اُچھلتا بھی تو ہے؟"

"ہاں سنو تو، اُس خرگوش کے دو بچّے تھے۔ ایک کا نام تھا "ان چل" دوسرے کا "چنچل"۔ چنچل بڑا شریر تھا۔

"آئے آئے امّی! چھنو تو۔"

"اُس کی پٹائی بھی ہوتی تھی!"

"نہیں گلوبی! پٹائی تو نہیں ہوتی تھی۔ ہاں اُسے سمجھایا بہت جاتا تھا۔ خرگوش جب چرنے چگنے چلا جاتا تو سمجھایا جاتا کہ دیکھو بچو! گھر ہی میں رہنا۔"

"کھل! اے وا۔ اُس کا کھل بھی تھا" گلوبی نے پھر چمک کر کہا۔

"ارے بھئی، اُس کا گھر اُس کا بِل ہوتا ہے، جو خرگوش زمین کے اندر بناتا ہے۔ اچھا تو خرگوش کہہ جاتا:

خبردار! گھر سے باہر نہ جانا، نہیں تو کوئی کُتا، بلّی جھپٹ لے جائے گا۔

"اُوئی اللہ! میں گھر سے باہر نہیں جاتی" گڈوبی نے کہا۔

"ہاں شاباش! اچھا تو خرگوش سمجھا بجھا کر چلا جاتا۔ اَن چَل تو بڑا اچھا بچہ تھا۔ وہ گھر میں رہتا۔ لیکن چنچل تو چنچل ہی تھا۔ وہ اَن چَل سے کہتا۔ بھائی۔ آؤ ہم تم بھی باہر چلیں۔ دیکھیں باہر کیا ہوتا ہے؟ اَن چَل کہتا۔ نہیں میں نہیں جاؤں گا۔

اس طرح روز ہوتا۔ ایک دن چنچل سے نہ رہا گیا۔ وہ چپکے چپکے بِل سے باہر نکل آیا۔ اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہوا۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ سامنے دور تک بڑا میدان دکھائی دیا۔ اَن چَل کو پکارا ـــــ بھائی جان! آ کر دیکھو۔ چاروں طرف ہری ہری گھاس۔ پیڑ پودے۔ پھل پھلاری۔ آؤ چل کر کھائیں۔

اَن چَل نے کہا۔ "ارے تو بھی بھاگ آ۔ کہیں کوئی کتا بلّی نہ ہو جو جھپٹ لے۔"

چنچل نے پھر اِدھر اُدھر دیکھا۔ "کوئی بھی نہیں۔ دور دور تک میں جاتا ہوں، ہری ہری گھاس میں۔"

"ارے نہیں"، اَن چَل نے اندر سے پکارا۔ بھاگ آ گھر میں، کہنا مان۔"

"میں تو ہری ہری گھاس میں کھیلوں گا۔" چنچل اور آگے بڑھ گیا۔ پھر اور آگے بڑھا۔ "ہونھ، بیکار ڈراتے ہیں سب۔" اُس نے دل ہی دل میں کہا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ ہری ہری گھاس میں خوب دوڑا۔ خوب اُچھلا۔ خوب کھیلا۔ وہ کھیل ہی کھیل میں دور نکل گیا۔

اُسے کھیل میں بھی یہ ہوش نہ رہا کہ ایک کُتّا اسے دور سے دیکھ رہا تھا۔

ایک بار چینچل اچھل کود کر ایک طرف گیا تو کتّا جھپٹا اور اُس نے آدبوچا۔ دبوچ کر ایک طرف بھاگ گیا۔"

اب خرگوش چر چگ کر واپس آیا۔ گھر میں اَنْ چَل کو اکیلا پایا۔ پوچھا۔ "چینچل کہاں گیا؟" اَنْ چَل نے بتایا وہ سیر سپاٹے کے بہانے گھر سے نکل گیا۔ آپ کا کہنا نہ مانا۔ دیر ہوئی تو میں نے بِل سے جھانک کر دیکھا۔ ایک کتّا اسے منھ میں دبائے بھاگا جا رہا تھا۔

یہ سن کر خرگوش کو بڑا رنج ہوا۔ مگر اُس کے رنج کرنے سے ہوتا ہی کیا ہے۔ بچّو! چینچل کو کتّے نے کھا لیا تھا۔

سب بچّے بھی ڈر گئے تھے۔ امّی نے سمجھایا۔ ماں باپ کا کہنا نہ ماننے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔"

پڑوسن خالہ ننھّی کو لے کر کہتی چلی گئیں۔ "باجی! تم اپنے بچّوں کو بڑی اچھی کہانی سُناتی ہو۔ میں روز ننھّی کو لایا کروں گی۔

پڑوسن کے جانے کے بعد امّی نے کہا "اچھّا جاؤ بچّو۔ اب سو جاؤ۔

سب بچّے جا کر اپنی اپنی چارپائی پر جا کر لیٹ گئے اور سو گئے۔

سحری سے افطار تک

مسہری کھاؤں گی؟

میں نے بہت سوچا۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ میں نے امّی جان سے پوچھا۔" امّی جان! یہ مسہری کیسے کھائی جاتی ہے؟" امّی جان میری یہ بات سُن کر بڑے اچنبھے میں پڑ گئیں۔ بولیں۔ مسہری کھانے کی بات کیسی ہے سعیدہ بی؟

میں نے پھر کہا۔" دیکھئے نا امّی جان! یہ مسہری تو لکڑی کی ہے۔ یہ لکڑی کوئی کیسے کھائے گا؟"

امّی جان پھر کچھ نہ سمجھیں تو میں نے اپنی بات ذرا کھول کر کہی۔ میں نے اس طرح سمجھانے کی کوشش کی۔"

دیکھئے تو، آج جب سے روزوں کا چاند دیکھا ہے۔ ہر ایک یہی کہتا ہے کہ آج رات کو مسہری کھائی جائے گی۔"

" اچھا ۔۔۔۔ ! ۔۔۔ اب میں سمجھی۔" امّی جان بتانے لگیں۔" بیٹی سعیدہ! تم نے ٹھیک سے سُنا نہیں۔ مسہری کھانا نہیں۔ سحری کھانے کو لوگ کہتے ہیں۔ صبح سویرے منھ اندھیرے رات کے پچھلے پہر روزہ رکھنے کے لئے جو کھانا کھایا جاتا ہے، اسے سحری کہتے ہیں۔ تم نے سُنا تو مسہری سمجھیں۔ یہ مسہری نہیں، سحری ہے۔ سمجھیں تم؟"

" جی امّی جان!" میں نے کہا۔" اچھا تو امّی جان! صبح سویرے، منھ اندھیرے مجھے جگا دیجئے گا۔ میں بھی سحری کھاؤں گی۔ میں بھی روزہ رکھوں گی۔"

تراویح

" شاباش بیٹی شاباش! امّی جان نے مجھے شاباشی دی۔ مجھ سے کہا کہ عشاء کی نماز پڑھ لو۔ جلدی سو جاؤ۔"

"اور آپ نہیں سوئیں گی؟"

"میں عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھوں گی۔ مجھے ذرا دیر لگے گی۔ تم سو جاؤ۔"

"میں بھی تراویح پڑھوں گی۔ یہ تراویح کیا ہوتی ہے؟"

"بیٹی! تراویح بھی نماز ہی ہوتی ہے، جو روزوں کا چاند دیکھ کر رات کو پڑھی جاتی ہے۔"

"کتنی رکعتیں پڑھتے ہیں امّی؟"

"آٹھ رکعتیں بھی پڑھتے ہیں۔ بیس رکعتیں بھی پڑھتے ہیں۔"

"بیس رکعتیں!"، میں نے سوچا، اس میں بڑی دیر لگے گی۔ میں نے امّی جان سے پوچھا۔ "اگر تراویح نہ پڑھیں گے تو اللہ میاں خوش نہ ہوں گے۔ تم ابھی بچّہ ہو۔ تم ابھی سو جاؤ۔ تم سے تو ویسے ہی اللہ میاں خوش ہوں گے۔ ویسے عادت ڈالنے کے لئے چار رکعتیں پڑھ سکتی ہو۔"

سحری

مجھے نیند لگ رہی تھی۔ میں نے وضو کر کے عشاء کی نماز پڑھ لی اور جا کر لیٹ گئی۔ لیٹتے ہی سو گئی۔ گہری نیند سوتی رہی۔ بہت دیر تک سوتی رہی۔ پھر اچانک جو میری نیند ٹوٹی۔ آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا گھر میں اجالا پھیلا ہے اور امّی جان باورچی خانے میں ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ سحری کا وقت ہے۔ میں اٹھی، باورچی خانے پہنچی۔ امّی کو سلام کیا تو امّی نے کہا۔ "بیٹی! ابھی تو سحری میں دیر ہے۔ ابھی جاؤ۔ سو جا کر۔ میں رات کا رکھا ہوا کھانا گرم کر لوں۔ کچھ اور پکا لوں۔ تم روزہ رکھو گی نا! تو تمہارے لئے کچھ اچھا سا پکا لوں۔ یہ سب پکانے میں ایک گھنٹہ لگ جائیگا۔"

"ابّو کہاں گئے؟"، میں نے ابّو میاں کے پلنگ کی طرف دیکھا۔

"وہ اپنے کمرے میں ہیں۔ یا تو نماز پڑھ رہے ہونگے یا نفل نماز، یا پھر قرآن پڑھتے ہوں گے۔"

امّی جان سے یہ سُنا تو میں ابّو میاں کے کمرے کی طرف گئی۔ کواڑ اور کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ میں نے دروازے سے جھانکا تو سچ مچ ابّو قرآن پاک کھولے بیٹھے تھے۔ ایک نہیں، اُن کے سامنے کئی قرآن کھلے ہوئے تھے۔ وہ کبھی ایک میں پڑھتے۔ کبھی دوسرے میں۔ کبھی تیسرے میں۔ خاموشی سے ہر ایک قرآن میں ایسا دھیان لگا دیا تھا کہ آس پاس کی انھیں کچھ خبر نہ تھی۔ بس اُن کے پاس

جا کر کھڑی ہوگئی ۔ تب بھی انھیں خبر نہیں ہوئی ۔میں نے سلام کیا تو چونک پڑے "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہہ کر مجھے دیکھا۔

"ایں! تم اُٹھ گئیں ؟" اُن کی زبان سے نکلا۔

"میں بھی روزہ رکھوں گی۔"

"شاباش! تو جاؤ۔ تمہاری امیّ اکیلی کام کر رہی ہیں ۔ اُن کا ہاتھ بٹاؤ جا کر" ابوّ میاں نے پھر ایک قرآن پر نظریں جمادیں۔

میں پھر امیّ کے پاس آئی اور چمچہ، پیالی، پرچ، مطلب یہ کہ ایسی ہی چھوٹی چھوٹی چیزیں اُٹھا اُٹھا کر دینے لگی۔ اس وقت امیّ کے ساتھ کام کرنے میں بڑا اچھّا لگ رہا تھا۔ امیّ جان نے رات کا کھانا گرم کیا۔ دو انڈے تلے ۔ ذرا سا حلوہ بنایا۔ سوئیاں پکائیں ۔پھر مجھ سے کہا "جاؤ بیٹی! دسترخوان بچھادو۔ میں کھانا اس پر چن دوں گی۔ تم جا کر ابوّ کو بلا لاؤ۔"

میں ابوّ کے کمرے میں گئی۔ ابوّ میاں نے مجھے دوسری بار آتے دیکھا تو گھڑی پر نظر ڈالی۔ "اچھا وقت ہوگیا۔ ان کی زبان سے نکلا اور وہ کلام پاک بند کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ نل کے پاس جا کر کُلّی کی اور دسترخوان پر جا بیٹھے۔ امیّ جان نے سحری لا کر رکھی۔ اس کے بعد ہم تینوں اللہ کے بندے سحری کھانے لگے۔ بڑا مزہ آیا۔ ہم سحری کھا ہی رہے تھے کہ "اللہ اکبر اللہ اکبر" مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوئی۔ اذان سنتے ہی ابوّ اور امیّ نے ہاتھ کھینچ لیئے۔ میں بھی کھانے سے رُک گئی۔ تو امیّ نے کہا "تم پیٹ بھر کر کھالو، ہم لوگ کھا چکے۔" میں نے خوب چھک کر کھایا۔

روزے کا دن

سحری کھانے کے بعد ابوّ میاں مسجد کو گئے۔ امیّ جان نے برتن بڑھائے۔ اس کے بعد وضو کر کے نماز کے لیئے کھڑی ہوگئیں۔ میں نے بھی وضو کیا اور جا کر امیّ کے پاس کھڑی ہوگئی۔ نماز پڑھ کر امیّ نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔ میں اپنا قاعدہ لے بیٹھی۔

بھئی، سچّی بات کہوں ۔ قاعدہ پڑھتے پڑھتے میں تو اونگھ گئی اور پھر وہیں سوگئی ۔ جاگی ہوں تو اچھا خاصا دن نکل آیا تھا۔ ابوّ کام پر جا چکے تھے ۔ امیّ جان گھر میں جھاڑو دے چکی تھیں اور

اب وہ کپڑے سینے کے لیئے بیٹھ گئیں۔ میں نے دیکھا کئی عدد کپڑے رکھے ہیں۔

"یہ کس کے ہیں امیّ ؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی ابھی پڑوسن دے گئی تھی۔"

"اب میں کیا کروں ؟"

"آؤ بیٹھ کر اپنا سبق یاد کرو۔"

میں اپنا پارہ لے کر سبق یاد کرنے لگی۔ ایک صفحہ نقل لکھ کر امیّ کو دکھایا۔ اتنے میں سروری آگئی۔ امیّ جان نے کہا "جاؤ اب کھیلو جاکر۔"

بھول چوک میں نے سروری سے کہا "آج میرا روزہ ہے۔" اس نے بتایا "میرا بھی روزہ ہے۔" یہ سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ تھوڑی دیر کھیلنے کے بعد مجھے پیاس لگی۔ مجھے روزہ کا خیال نہ رہا۔ میں نے نل کے پاس جاکر غٹ غٹ پانی پی لیا۔ سروری چیخی "ارے روزہ ٹوٹ گیا۔ روزہ ٹوٹ گیا۔"

مجھے یاد آیا۔ میں رونے لگی۔ امیّ نے میرے رونے کی آواز سُنی تو پکاریں "کیا ہوا؟" سروری نے جاکر بتایا کہ پانی پی لیا۔ روزہ ٹوٹ گیا۔ اسی لیئے رو رہی ہے۔"

"امیّ جان نے مجھے بلایا اور سمجھایا کہ روزے میں بھول سے کھا پی لیں تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ اللہ کی طرف سے ہوا۔ اُس نے تم کو پانی پلا دیا۔ روزہ نہیں ٹوٹا۔ جان بوجھ کر کچھ نہ کھانا پینا۔"

بری باتوں سے بچنا یہ سُن کر میں خوش ہوگئی "کیسے اچھے ہیں اللہ میاں۔" میں پھر کھیلنے لگی۔ کھیل کھیل میں ایک بار سروری نے مجھے گرا دیا۔ میں اسے کوسنے لگی۔ اُسے مارنے چلی۔ امیّ جان نے دیکھ لیا۔ وہیں سے پکاریں۔

"نہ، نہ، بیٹی بری بات، روزہ رکھ کر کسی کو کوسنا، گالی بکنا، لڑنا جھگڑنا ٹھیک نہیں۔"

"اُس نے مجھے گرا دیا جو۔"

"اچھا یہاں آؤ۔" امیّ جان نے ہم دونوں کو بلایا۔ پھر ایک کتاب اٹھائی۔ پڑھ کر سمجھایا۔

"بیٹی! یہ حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری باتیں لکھی ہیں۔ یہ جو میں نے پڑھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے روزہ رکھ کر گالی گلوج کی۔ جھوٹ بکا۔ کسی کی غیبت کی۔ چغلی کھائی۔ لڑائی جھگڑا کیا۔ کسی کو ناحق مارا پیٹا تو اللہ میاں کو اس کے روزے کی پروا نہیں۔ سچ یہ ہے کہ وہ شخص بھوکا رہا۔ اس کا روزہ ہوا ہی نہیں۔ تو بیٹی! روزہ اس لیئے رکھا جاتا ہے کہ ہم بری باتیں چھوڑنے کی عادت ڈالیں۔ رمضان شریف کے بعد یہ اچھی عادت ہمارے کام آئے گی۔ سمجھیں تم!"

امیّ جان دیر تک سمجھاتی رہیں۔ انھوں نے تو اچھا خاصا وعظ کہہ ڈالا۔ پھر میں دن بھر نہ کسی سے لڑی اور نہ زبان سے کوئی بات نکالی۔

ہمدردی کا مہینہ دوپہر کے بعد مجھے بھوک ستانے لگی۔ میں نڈھال ہونے لگی۔ ظہر کی نماز پڑھ کر اٹھی تو دیکھا امیّ کے پاس رانی کاکی بیٹھی ہیں۔ ان کے دو بچےّ بھی بیٹھے ہیں۔ رانی کاکی رو رو کر کچھ کہہ رہی تھیں۔ امیّ جان اُن کو دلاسا دے رہی تھیں۔ صبر کرو بہن! صبر کرو بہن! بھگوان کو یاد کرو، وہی تمہارا دکھ دور کرے گا۔" سمجھا بجھا کر امیّ اٹھیں۔ کمرے میں لے گئیں۔ ایک کپڑے میں کچھ باندھ کر لائیں۔ رانی کاکی کی چھوٹی بچیّ موہنی کو دے کر کہا۔" لو بیٹی! یہ لو بیٹی! رانی کاکی نہ نہ کرتی رہیں۔ مگر امیّ جان نہ مانیں۔ پھر رانی کاکی سلام کر کے چلی گئیں۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد بھاگی بھاگی آئیں۔ اُن کے ہاتھ میں کپڑے کی وہی پوٹلی تھی۔ جو امیّ نے موہنی کو دی تھی۔ کاکی نے پوٹلی کھول کر اس میں سے دس دس کے دو نوٹ نکالے اور بولیں،" بہن جی! پوٹلی میں امردوں کے نیچے یہ دو نوٹ تھے۔ دھوکے سے شاید اس میں بندھ گئے۔

"نہیں بہن! دھوکے میں نہیں۔ میں نے جان کر رکھ دیئے تھے۔ بتایا اس لیئے نہیں کہ تم بڑی غیرت دار ہو۔ میں تمہاری آنکھ نیچی نہ کرنا چاہتی تھی۔ اب میں موہنی کو دے چکی سو دے چکی۔ تم کو کب دیا۔ موہنی کو کپڑے بنا دینا۔"

کاکی لے نہیں رہی تھیں، مگر امیّ کے آگے اُن کی ایک نہ چلی۔ وہ دعائیں دیتی چلی گئیں۔ اب میں نے امیّ سے کہا۔

"امی جان! آپ نے بہت اچھا کیا۔ موہنی آج بہت بھوکی تھی۔ آج میں نے روزہ رکھا۔ تو پتہ چلا کہ بھوک سے کتنی پریشانی ہوتی ہے۔"

"بیٹی! روزہ رکھنے میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ روزہ دار کو بھوکے لوگوں سے ہمدردی پیدا ہو اور وہ ان کے ساتھ ہمدردی کریں۔ پیارے نبیؐ نے فرمایا ہے کہ یہ ہمدردی کرنے کا مہینہ ہے۔ اچھا تم بھوک سے نڈھال ہو رہی ہو۔ جاؤ لیٹو جا کر۔ اب میں باورچی خانے میں جاتی ہوں۔

میں سچ مچ بہت نڈھال ہو رہی تھی۔ جا کر لیٹ گئی۔ لیکن بھوک کے مارے کروٹیں بدلا کی۔ نیند نہ آئی۔ جی میں آیا کہ امی جان سے چھپ کر پانی پی لوں۔ اور کچھ ملے تو کھا لوں۔ لیکن امی کی نصیحت یاد آئی۔ "اللہ میاں سے کچھ چھپا نہیں۔ وہ تو اندھیرے میں دیکھ لیتے ہیں۔"

یہ نصیحت یاد آئی تو میں نے اللہ میاں سے دعا کی کہ مجھے آج روزہ پورا کرنے کی طاقت دے۔" واہ بھئی واہ، دعا کرتے ہی مجھے ایسا لگا جیسے بھوک پیاس نہ جانے کہاں بھاگ گئی۔ میں اٹھی اور باورچی خانے میں جا کر امی جان کے ساتھ کام کرنے لگی۔

افطار امی نے اس دن پھلکیاں پکائیں۔ گھنگھنی بنائی۔ ایسی ہی چیزیں زیادہ تھیں۔ روٹی اور سالن تھوڑا تھوڑا ہی پکایا۔ مغرب سے پہلے یہ سب تیار کر کے دسترخوان پر چن دیا۔ مغرب سے پہلے ابو آ گئے، اور سیدھے دسترخوان پر آ کر بیٹھ گئے۔

کھانا دیکھ کر میری رال ٹپکی پڑ رہی تھی۔ میں بار بار کبھی اس رکاب کو دیکھتی، کبھی اس پلیٹ کو۔

اتنے میں سائرن کی آواز بلند ہوئی۔ ابو میاں نے بلند آواز سے پڑھا۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔ اور انھوں نے ایک کھجور اٹھائی۔

کیا بتاؤں میں نے جس وقت روزہ کھولا۔ آنولہ کھایا اور پانی پیا تو ایسا مزہ آیا کہ کچھ کہہ نہیں سکتی۔ مجھے کھانے پینے میں ایسا مزہ کبھی نہیں آیا تھا۔ جیسے میں نے آبِ حیات پی لیا۔ جیسے میں نے امرت پی لیا۔ جیسے جنت کی کوئی نعمت مل گئی۔ اور جسم کا یہ حال جیسے سوکھا درخت ایک دم

ہرا ہو جائے ۔ ابّو اور امی ّ نے تھوڑا تھوڑا کھایا اور نماز کے لیئے اُٹھ گئے۔ میں نے پیٹ بھر کے کھایا۔ جب ہر چیز کھا کر خوب سیر ہو گئی تب اُٹھی اور پھر میں نے نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر میں نے امی ّ سے کہا۔

"کل میں پھر روزہ رکھوں گی!"

"نہیں، کل نہیں، اب جمعہ کو رکھنا"

"کیوں؟"

"کیوں کہ تم ابھی بچہ ہو۔ بچّوں پر روزے فرض نہیں۔ تم اگر لڑائی جھگڑے اور بری باتوں سے بچتی رہو گی تو اللہ میاں کو خوش کرو گی۔ بس تم زیادہ سے زیادہ اس رمضان میں پانچ یا سات روزے رکھنا۔ آج تو ماشاء اللہ تم نے بڑی ہمّت سے روزہ پورا کر لیا"

"میں نے امی ّ جان سے کہا۔ میں نے اللہ میاں سے یہی دعا کی تھی"

امی ّ جان نے کہا۔ "تم نے بہت اچھی دعا کی تھی۔ روزہ دار کی دعا اللہ میاں ضرور قبول کرتے ہیں۔